Maarif

Syed Abu-Zafar Nadvi Sahab Ahmedabadi

Page no 210-223

March 1933

حضرت شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی

(۲)

از مولانا سید ابو ظفر صاحب ندوی سابق مدرس عربی فارسی مہاودیالیہ احمد آباد

اس مضمون کے گذشتہ نمبر (ص ۱۸۱ سطر ۹) میں "عرش اسلام، قبلہ مقبل" میں ۱۰۱۰ھ کے بجائے ۱۰۱۱ھ تاریخ نکلنے پر کسی حرف کے چھوٹ جانے کا خیال ظاہر کیا گیا ہے، نواب صدر یار جنگ مولانا شروانی رقم فرماتے ہیں کہ اگر "و" بڑھا دیا جائے تو تاریخ ۱۰۱۱ھ درست ہو جائیگی اور صحیح مصرعہ یوں ہوگا ع: "عرش اسلام و قبلہ مقبل" (قبلہ کے تو زمین سے جھکے ہوئے گئے)

جاگیر و مدرسہ

شاہان گجرات نے آپکے خاندان کو متعدد مرتبہ وجہ معاش کے لئے جاگیریں عنایت کیں، مگر قبول نہ کیا، خود جناب شاہ صاحب کے ساتھ بھی یہ معاملہ ایک مرتبہ پیش آیا، مگر آپ نے رد کر دیا، آپکے پانچ صاحبزادے تھے، (۱) شاہ محمد جو برہان پور چلے گئے تھے، اور وہیں ۹۹۲ھ میں انتقال کر گئے، (۲) شاہ حامد (۳) شاہ عبدالواحد متوفی ۱۰۳۲ھ (۴) شاہ عبدالحق متوفی ۱۰۳۴ھ (۵) شاہ عبداللہ ان کی ولادت ۹۳۰ھ میں بمقام احمد آباد ہوئی، جناب شاہ صاحب کی وفات پر اپنے باپ کی جگہ مسند نشین ہوئے، علم و تقویٰ میں اپنے پدر بزرگوار کے نمونہ تھے، ہمیشہ درس و تدریس اور ارشاد و ہدایت میں مشغول رہے، ۸۰ برس کی عمر میں بمقام احمد آباد ۱۰۱۰ھ میں انتقال فرمایا، ان کے بعد جناب شاہ اسد اللہ بڑے لڑکے جانشین ہوئے لیکن جلد انتقال فرما گئے، ۱۰۲۶ھ میں جب جہانگیر احمد آباد آیا، اوسوقت جناب شاہ موصوف کے بھائی شاہ حمید صاحب سجادہ تھے، جہانگیر آپ سے ملکر بہت خوش ہوا، موضع نسبو وڑا اور موضع بابریری اور ... کے معاش کے لئے بطور جاگیر عنایت کیا، اور موضع دستراں، موضع دنتالی اور موضع ہرنا، مدرسہ خانقاہ و درود ونگی اخراجات کے واسطے بطور وقف مہیا کیا، یہ مدرسہ اسی وقت سے ہمیشہ چلتا رہا، اور اس منبع فیض سے ہزاروں تشنگان علم برسوں سیراب ہوتے رہے، مدرسہ کب بند ہوا، اسکے متعلق کوئی صحیح اور یقینی تاریخ معلوم کرنے کا میرے پاس

۱؎ اقبال نامہ جہانگیری سفر گجرات احمد آباد

کوئی ذریعہ اس وقت نہیں ہے، اس سلسلہ کے جو لوگ جو اس وقت موجود ہیں، وہ بھی اندازاً کچھ کہہ دیتے ہیں، اتفاقاً چند دن ہوئے کہ دو دستاویزیں میری نظر سے گذریں، ان میں سے ایک کے محرر جناب سید فیض اللہ بن سید اسد اللہ بن سید عصمت اللہ بن سید حسین بن سید عبدالعلی بن سید اسد اللہ بن سید شاہ عبداللہ بن حضرت شاہ وجیہ الدین ہیں، سید فیض اللہ صاحب نے اس دستاویز کے ذریعہ اپنی تمام جائداد اور عہدہ وغیرہ کا متولی اپنے لڑکے سید محمد شجاع الدین صاحب کو بنایا ہے، اس کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے، "تولیت نامہ بمہر مغفرت مرتبت حسن محمد خان معروف بعلی محمد خان مرحوم دیوان صوبہ سابق وجہ مہر غلام حسین خان صدر مغفور" اور آخر میں تاریخ تحریر ۱۰ شوال ۱۱۸۵ھ ہے، اور اس عہد کے مفتی سید بدر الدین کی جو مہر ہے اس پر ۱۱۹۵ھ کندہ ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اصل تحریر تو ۱۱۸۵ھ کی ہے، اور اسکی نقل مفتی موصوف کے عہد ۱۱۹۵ھ میں اس وقت لی گئی جب سید فیض اللہ صاحب متوفی ۱۱۸۹ھ کے بعد کسی تنازعہ کے سبب ضرورت پڑی ہوگی، اور اسی سبب سے غالباً "دیوان صوبہ علی محمد خان اور غلام حسین خان صدر کو مرحوم اور مغفور لکھا ہے، کیونکہ مفتی صاحب کے عہد سے پہلے یہ وفات پا چکے ہوں گے، مگر اگر یہ قیاس صحیح ہے تو اسکے معنی یہ ہوئے کہ علی محمد خان ۱۱۸۵ھ میں بقید حیات تھے، اور گو سرکاری اعتبار سے وہ دیوان نہ تھے مگر لوگوں میں سابق دیوان کہلاتے تھے، اور کاروبار میں ابھی تک لوگ اون کی مہر اور دستخط سے کام نکالتے تھے، مراۃ احمدی کے مصنف کا نام بھی علی محمد خان محمد حسن ہے، اون کی مہر پر ۱۱۶۲ھ کندہ ہے، وہ اسی عہد میں احمد آباد کے دیوان تھے، اپنی تاریخ گجرات میں ۱۱۷۴ھ تک کے حالات درج کئے ہیں، اور اسی کتاب کے خاتمہ سے ۱۱۷۶ھ تک ان کا زندہ رہنا معلوم ہوتا ہے، اس کے بعد سے پھر اون کی زندگی کا کوئی ثبوت دستیاب نہیں ہوا، اسلئے یہ قیاس کر لیا گیا کہ شاید ۱۱۷۶ھ یا ۱۱۷۷ھ میں وفات پا گئے، یہ تولیت نامہ اون کے آخری تحریر کردہ ۱۱۷۶ھ کے نو برس بعد کا ہے، اس سے بہت ممکن ہے کہ اونہیں کے عہد کا تحریر کردہ ہو، اور وہ اس وقت تک بقید حیات تھے، مراۃ احمدی میں ان کا نام "محمد حسن" ہے، اور اس تولیت نامہ میں "حسن محمد خان" ہے، اس محمد کے تقدم و تاخر کے متعلق میرا خیال ہے کہ یا تو کاتب کے جلد نویسی کا نتیجہ ہے، یا ممکن ہو کہ مصنف ہی کے دونوں نام ہوں کیونکہ یہ بالتحقیق معلوم ہے کہ اس عہد میں اور کوئی دوسرا دیوان مقرر نہیں ہوا تھا، کیونکہ

۱۱۷۱ھ میں صوبہ دار مومن خان کے چلے جانے کے بعد مرہٹوں کا قبضہ ہوگیا، افسوس ہے کہ نقل لیتے وقت اصل میں تمام مہروں اور دستخطوں کی نقل چھوڑ دی، اگر ان کی بھی نقل ہوتی تو بڑی آسانی سے اس کا فیصلہ ہو سکتا تھا، اس تولیت نامہ میں جاگیر کے ضمن میں موضع بہرتنگہ (علاقہ منگلور) اور نصف گاؤں "دنتالی" (علاقہ دہ گروئی) مذکور ہے جس سے معلوم ہوا کہ ۵۵ برس میں تمام جائداد سے صرف اسی قدر باقی رہ گئے، سید فیض اللہ صاحب علوی کا انتقال [illegible] میں ہوا،

دوسرا کاغذ بھی تولیت نامہ ہے، محرر کا نام سید شجاع الدین بن سید فیض اللہ ہے، سید شجاع الدین صاحب کی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی، ایک لڑکی مسماۃ بو (بوبو یا بی بی) تھی اوس کا لڑکا یعنی سید شجاع الدین کے نواسہ [illegible] بابا، کے نام یہ تولیت ہے، جس کے ذریعہ سید موصوف نے اپنی تمام جائداد اور عہدہ اپنے نواسہ کے حوالہ کر دیا، اس تولیت نامہ کی ابتدا ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے، "تولیت نامہ بمہر این خادم شرع شریف و بمہر [illegible] المہرت و وزارت منقبت شفیع محمد خان المخاطب بہ علی محمد خان دیوان صوبہ و بمہر میر ضیاء الدین صدر" خادم شرع شریف قاضی شیخ الاسلام خان کی مہر ۱۲۱۱ھ کندہ ہے اور آخر تحریر میں تاریخ [illegible] رمضان ۱۲۱۹ھ درج ہے،

معلوم ہوتا ہے کہ اس تولیت نامہ کے لکھتے ہی وقت اسکی نقل اصل سے لے لی گئی ہے، اس پر تمام علما و صوفیہ قاضی، صدر الصدور، دیوان صوبہ کے مہروں اور دستخطوں کی نقل موجود ہے، خود سید شجاع الدین علوی کے مہر میں یہ "زد وجیہ الحق مدد خواہ شجاع" جاگیر کے متعلق صرف موضع بہرتنگہ کا ذکر ہے، سید شجاع الدین صاحب اپنے والد سید فیض اللہ صاحب کے بعد اس تحریر کے وقت تک تیس برس متولی رہے، اس قلیل مدت میں موضع "دنتالی" کا نصف حصہ ہاتھ سے نکل چکا تھا، بہرحال، ان دونوں تحریروں کے پیش کرنے کا اصل منشا یہ ہے، کہ ہر دو تحریروں میں مسجد مدرسہ خانقاہ کا ذکر ہے، اور انھیں کی تولیت ان کے سپرد کی گئی تھی اگرچہ یہ تحریر ۱۲۱۹ھ کی ہے لیکن سید شجاع صاحب کی وفات ۱۲۳۶ھ میں ہوئی ہے، اس سے یقینی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ مدرسہ ۱۲۳۶ھ تک قائم تھا اور غالباً سید شجاع الدین صاحب آخری عالم ہیں جن سے مدرسہ کو رونق رہی،

کتبخانہ مدرسہ

جناب شاہ صاحب کا کتبخانہ بہت بڑا تھا، اور شاید ہی کوئی فن ایسا ہو جس کے متعلق کوئی کتاب یہاں نہ ہو زمانہ حال کے لوگ راوی ہیں کہ اون کے بزرگ فرماتے تھے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے کتبخانہ کو دیکھا ہے، دو بڑے کمروں میں از فرش تا سقف بے ترتیبی اور بے احتیاطی کے ساتھ کتابیں بھری تھیں، راقم الحروف بھی جب ۱۹۲۱ء میں اس کتب خانہ کو دیکھنے گیا، تو متعدد بڑے بڑے صندوقوں میں کتابیں بے ترتیبی سے پڑی تھیں، چند دن کی پیہم کوشش کے بعد میں نے ان کتابوں کے اوراق منتشر کو مجتمع کرکے باترتیب رکھوا دیا تھا، لیکن اب ۱۹۳۰ء میں وہاں گیا تو کچھ کتابیں تو جاب کی نذر ہوئیں، کچھ عربی کتابوں کو مجاوروں نے قرآن سمجھا، اور کمال دانائی سے بغرض ثواب ان کرم خوردہ کتابوں کو ایک قدآدم زمین کھود کر دفن کر دیا، باقی کرم خوردہ کتابیں دریائے سابرمتی کی نذر ہوئیں، کچھ تھوڑی سی کتابیں جناب سید پیر حسینی صاحب مصنف تذکرۃ الوجیہ اور جناب بڑا میاں صاحب موجودہ متولی درگاہ کے پاس ہیں،

شاہ صاحب کی تصنیفات

آج ہم یقینی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے کہ آپ کی تصنیفات کل کتنی تھیں، لیکن عام طور پر مشہور ہے کہ ان کی تعداد تقریباً تین سو ہے، ان میں سے ایک بڑی تعداد تو ضائع ہو چکی ہے اور دست برد زمانہ سے جو رہ گئی ہیں، شاید ہی کوئی ان میں سے طبع ہوئی ہو، تلاش اور تفحص سے مندرجہ ذیل کتابیں دستیاب ہوئی ہیں، جو موقت کتبخانہ حضرت پیر محمد شاہ، احمد آباد میں موجود ہیں،

(۱) حاشیہ علی التلویح، (۲) حاشیہ علی شرح المواقف (۳) شرح جام جہان نما (تصوف) (۴) حاشیہ شرح مختصر التلخیص (۵) الرسالۃ المسماۃ بالاسکندریہ (مبحث ما انا قلت) (۶) رشاد شرح الارشاد (نحو) (۷) حاشیہ علی العضدی جناب شیخ محمد غوث گوالیاری (قس) کی کتاب "کلید مخازن" پر مختلف شرحیں لکھی گئی ہیں، جناب شاہ صاحب نے بھی ایک شرح لکھی ہے، کتبخانہ مذکور میں مختلف شرحیں موجود ہیں، جن میں سے ایک شرح ایسی ہے، کہ جسکے متعلق متعدد وجوہ کے بنا پر میرا خیال ہے کہ وہ جناب شاہ صاحب ہی کی تصنیف ہے،

توضیح تلویح اصول فقہ میں مشہور درسی کتاب ہے، مختلف علماء نے اپنے نقطہ نظر سے اوس کی شرح اور حواشی

تحریر کئے ہیں، جناب شاہ صاحب نے بھی ایک حاشیہ لکھا ہے،

حاشیہ علی التوضیح یہ کتاب ابتدا سے آخر تک خط نسخ میں ہے، ۱۳۲ تقطیع ہے، ابتدائی چار صفحے خوشخط اور باریک حروف میں ہیں، باقی معمولی، تصنیف سے تقریباً سوا سو برس بعد سنہ ۱۱۲۰ھ میں اس کی کتابت ہوئی ہے، اسکی ابتدا ان جملوں سے ہوتی ہے:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم رب یسر وتمم بالخیر الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین، اور اختتامی جملہ یہ ہے، ھذا آخر الکتاب بعون الملک الوہاب والحمد للہ علی اتمامہ ولہ التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق۔ جہاں جہاں اصل کتاب کا حوالہ ہے وہاں سرخی سے "ق" لکھ دیا ہے، مختلف مقامات کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے، کہ ہر جگہ تشریح کرتے وقت طلبہ کے ذہن نشین کرانے کی بے حد کوشش کی گئی ہے، مثلاً حقیقت ومجاز کی بحث میں ایک جگہ صاحب توضیح نے لکھا ہے "فیہ نظر" اس نظر کے پیچیدہ مطالب کو جناب شاہ صاحب نے "حاصل النظر" کے عنوان سے بہت سہل عبارت میں تحریر فرمایا ہے، تاکہ طالب علم پر زیادہ بار نہ پڑے، پھر اس نظر کا جو جواب دیا جاتا ہے، اوسکو تحریر فرماکر "حاصل الجواب" کے عنوان سے اس کی تشریح فرماتے ہیں، سید شریف جرجانی کا اس پر اعتراض نقل کرکے پھر خود اپنا جواب تحریر فرماتے ہیں، اس مثال سے آپ خود سمجھ سکتے ہیں، کہ جناب شاہ صاحب کا اس طرز تحریر سے اصل منشا کیا تھا، اور کس طرح اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے ہیں، زیر تنقید نسخہ مصنف کے خود نوشتہ نسخہ سے منقول ہے اور حاشیہ پر ہر جگہ تصحیح کی گئی ہے،

حاشیہ علی المواقف اس مشہور کتاب کے مصنف قاضی عضد الدین عبد الرحمن ہیں، جسکی شرح علامہ سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ نے کی ہے، پھر متعدد علما نے اس پر حواشی لکھے، ہند میں زیادہ تر مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی کا حاشیہ رائج ہے، آج سے پچیس ۲۵ برس قبل مصر سے جو نسخہ شائع ہوا تھا، اس میں ملا عبد الحکیم سیالکوٹی کے ساتھ ملا حسن چلپی کا بھی حاشیہ ہے، موجودہ زیر تنقید نسخہ افسوس ہے کہ آخر سے ناقص ہے اور بڑا حصہ کتاب کا ضایع گیا ہے، ۱۳×۲۳ تقطیع ہے، معمولی خط نسخ میں ہے اسکی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے:۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم وبہ نستعین رب وفقت فقہم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین سبحان جمالہ عن سمۃ الحدوث، اور آخری فقرہ یہ ہے، وذالک للاعتبار لا بمعنی ان الاحوال بتکلف، یہ غیر مختتم جملہ نصف صفحہ پر ختم ہوگیا جس سے اس قدر معلوم ہوتا ہے، کہ یا تو یہ کتاب اسی قدر اصل نسخہ سے نقل کی گئی ہے، یا بقیہ اجزا ضایع گئے، خدا جانے اس کا کوئی دوسرا نسخہ کسی جگہ ہے بھی یا ہمیشہ کے لئے معدوم ہوگیا، مطبوعہ کتاب کے مقابلہ سے معلوم ہوا کہ المرصد الرابع فی اثبات العلوم الضروریہ تک ہے،

اس بات سے تو ہر اہل علم واقف ہے کہ یہ کتاب علم کلام کی معرکۃ الآرا کتابوں میں سے ہے! اور اسی لئے اسکی متعدد شرحیں اور حواشی لکھے گئے، جناب شاہ صاحب کا طریقۂ بیان اس کتاب سے بھی واضح ہے، ہر جگہ حاصل الکلام حاصل الجواب وغیرہ کے عنوان سے مطالب کی تشریح کی ہے، اور غیر پیچیدہ عبارت کو آسان اور سہل طریقہ سے سمجھانے کی کوشش کی ہے، لیکن جہاں کہیں ذات واجب الوجود کے متعلق کوئی تذکرہ آجاتا ہے، تو الفاظ شاندار اور معانی خیال بہت بلند ہوجاتے ہیں، اور صاف معلوم ہوتا ہے، کہ کسی کا ذوق وشوق رہبری کر رہا ہے، مثلاً کتاب کے ابتدا میں ہے:۔

سبحان جمالہ عن سمۃ الحدوث
وتنزھت سرادقات جلالہ عن وصمۃ
التغیر والانتقال۔

افسوس ہے کہ اس کتاب میں نہ تو کاتب کا نام ہے اور نہ سنہ ہی تحریر ہے، کہ جس سے یہ معلوم ہوسکے کہ کب کی تحریر ہے،

شرح جام جہان نما جام جہان نما تصوف میں مشہور متن ہے اسکے مصنف محمد بن عز الدین بن عادل بن یوسف مغربی مشہور بہ شیرین ہیں، ۸۰۹ھ کی تصنیف ہے، عام صوفیوں میں یہ کتاب اس قدر مقبول ہوئی کہ اوسکی مختلف شرحیں لکھی گئیں، جناب شاہ صاحب نے بھی ایک شرح تحریر فرمائی ہے اس کے دو نسخے اس کتاب خانہ میں موجود ہیں، پہلا

نسخہ کتابی صورت مین ۱۲ تقطیع پر ہے، سرخ جدول سے محدود ہے، جہان متن کی اصل عبارت ہے وہان سرخ خط کشیدہ ہے، یہ کتاب مختلف اہل علم کے ہاتھون مین رہی ہے، کیونکہ مختلف اشخاص کے حواشی موجود مین، سب سے زیادہ حاشیہ ملا احمد بن سلیمان کا ہے، جو اس عصر کے مشہور علما مین سے ہین، اسکی تصحیح اور بعض حواشی ملا علی یزدی کے ہین، مولوی عبد العزیز جناب شاہ صاحب کے ارشد تلامذہ مین سے ہین کہین کہین ان کے بھی حواشی ہین، اگرچہ یہ نسخہ کامل ہے مگر آخری اوراق کرم خوردہ ہونے سے معلوم نہ ہوسکا کہ کس سنہ کا ہے اور کس نے لکھا ہے خط صاف خوشخط اور نسخ مین ہے، حاشیہ پر ملا احمد بن سلیمان کا جو خط ہے اس سے بہت مشابہ ہے اسلئے اغلب ہے کہ ملا احمد ہی کا لکھا ہوا ہو،

دوسرا نسخہ ۱۲ تقطیع پر ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے بطور مسودہ نقل کیا ہے، یہ بھی کامل نسخہ ہے اور جگہ جگہ سے تصحیح شدہ ہے، یہ کتاب فارسی زبان مین ہے اور اس کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے:-

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وبہ نستعین رب یسر وتمم بالخیر" پھر متن کی عبارت منقول ہے جسکی ابتدا یون ہوتی ہے "حمد بے حد وشکر بے عد سزائے ذاتی کہ حدتش منشا احدیت و واحدیت شد" اس کے بعد اسکی شرح اس جملے سے ہوتی ہے "یعنی وحدت کہ اصل قابلیات جمیع اشیا است احدیت و واحدیت از ناشی است" اس کتاب کا اختتام اس فقرہ پر ہوتا ہے "کہ ترک قیل وقال و استغراق در حق است صفات حق ذاتہ بذاتہ وصفاتہ بصفاتہ وافعالہ بافعالہ در پیش است تمام شد" اس کتاب کا موضوع علم التوحید ہے اور اوسکے ابواب کی تقسیم مندرجہ ذیل طریقے سے کیگئی ہے،

کتاب کے دو حصے ہین، ہر حصہ کا نام دائرہ ہے، اور ہر دائرہ مین دو قوس اور ایک خط ہے، دائرہ اول مین مندرجہ ذیل مضامین ہین:-

احدیت، واحدیت، وحدت، اعتبار، وجود، علم، شہود، نور، تعین، یا تجلی اول،

دائرہ دوم کے مضامین حسب ذیل ہین:-

ظاہر وجود (باصطلاح فلاسفہ واجب الوجود) ظاہر علم (باصطلاح فلسفی ممکن الوجود) برزخیت (باصطلاح مذکور حقیقت انسانی یا روح) تعین یا تجلی ثانی،

افسوس ہے کہ جو شرح جناب شاہ صاحب نے لکھی ہے اوسکی ابتدا مین کوئی مقدمہ تحریر نہین فرمایا جیسا کہ ابراہیم شطاری جنت آبادی نے لکھا ہے، جس کے سبب سے اس شرح سے صرف وہی فائدہ اٹھا سکتا ہے جو اس فن سے کامل آگاہ ہو، مضامین کے تنوع اور اوسکے غوامض سے ناظرین خود آگاہ ہین، اسلئے بعض مقامات سے صرف اقتباس دیتا ہون جس سے جناب شاہ صاحب کے طرز تحریر کا آپ خود اندازہ کرلین گے، مثلاً ایک مقام پر متن کی عبارت یہ ہے، کہ "وافعال کہ شامل ظاہر وجود است کہ وجوب وصف خاص اوست وشامل علم ظاہر است کہ امکان از لوازم اوست وشامل حقیقت انسان است کہ برزخ است بین الامکان والوجوب" اس عبارت کی تشریح مین جناب شاہ صاحب نے انسان کو خلیفۃ الٰہی بہت مختصر اور جامع طریقہ سے ثابت کیا ہے،

اب اصل مسئلہ سمجھنے سے پہلے چند باتین ذہن نشین ہوجائین، تو سمجھنے مین آسانی ہوگی، صوفیون کے نزدیک وجود مطلق کا نام حق ہے، اور اسی کو حقیقۃ الحقائق اور احدیت بھی کہتے ہین، وجود مطلق جب تنزلات کے مرتبہ مین آئے تو اوسکو "ظہور" کہا جاتا ہے اور یہ ظہورات تعین ذاتی کے اعتبار سے شیون کہلاتے ہین، جو بے حساب اور بے شمار ہین، اسی کو قرآن پاک نے یون ادا کیا ہے، "کل یوم ھو فی شان" اور شیون کی مثال محسوسات کے ذریعہ ٹھیک تخم شجر کی ہے، جسمین عظیم الشان شجر بننے کی قابلیت موجود ہے، اور حقیقت وجود بہ شرط شی جو اسما وصفات ہین، اون کو مرتبہ واحدیت والوہیت کہتے ہین، اور حقیقت وجود بہ شرط لاشی کا نام احدیت رکھتے ہین، اور حقیقت وجود نہ بشرط شی اور نہ بشرط لاشی جو ایسی مساوی الطرفین ذات کو باصطلاح صوفیہ تجلی اول یا تعین اول کہتے ہین اور فلاسفہ علم یا عقل اول اور یہ تجلی اول جب کسی تعین جزئی کے ساتھ مخصوص ہو تو اوسکو صفت کہتے ہین، عام اس سے کہ صفت وجودی ہو، جیسے علیم، قدیم وغیرہ یا سلبی ہو جیسے قدوس سلام وغیرہ، پھر تجلی اول نے بہ تعین مخصوص علیم

مرید، قدرت، بصیر، سمیع، متکلم، حی کی صورت اختیار کی تو ان صفات سبعہ کو ائمہ صفات کہتے ہیں، پس وجود مطلق جب ان صفات کے ساتھ تنزلات کا مرتبہ اختیار کرے، تو پانچ مرتبوں کا ظہور ہوتا ہے،

(۱) مرتبۂ احدیت (۲) مرتبۂ ارواح مجردہ (یا عالم جبروت) دس نفوس عالیہ (جیسے عالم مثال (۴) مرتبہ شہادت وحس (جیسے عالم ملک) (۵) مرتبہ کون جامع یعنی انسان کامل جو کل مجموع تنزلات ہے،

اس قدر سمجھ لینے کے بعد اب جناب شاہ صاحب کی تشریح ملاحظہ ہو، وحدت، کثرت، وجوب وغیرہ کی مختصر بحث کے بعد تیسرے جملہ کی تشریح یوں فرماتے ہیں، کہ ان صوفیوں کے نزدیک مرتبہ وجوب سے اسمائے الٰہی کلی سے مراد ہے، جو وہ ہیں، جیسے بدیع، باعث وغیرہ، اور امکان وجود سے مراد، اسمار کونی ہیں جو وہ بھی ہیں، جیسے عقل کل طبیعت کل وغیرہ اور وجوب وامکان کے درمیان جو مرتبہ وسط ہے، اوسکو برزخ کہتے ہیں، اور یہی حقیقت انسان ہے، کیونکہ انسان تمام حقائق ملک و ملکوت وجبروت کو شامل ہے، اور چونکہ انسان اس حیثیت سے کہ وہ کامل تمام مراتب الٰہی اور جامع تمام تنزلات کونی کا ہے اسی سبب سے وہ نائب اور خلیفۃ اللہ ہے یہی معنی خلافت الٰہی کے ہیں، اسی طرح آگے چل کر صعود پر حقیقت محمدیہ بیان فرماتے ہوئے فکان قاب قوسین کی جو تشریح قوس احدیت اور قوس واحدیت کے ضمن میں کی ہے، وہ بے انتہا لطیف ہے، اور اہل ذوق کے لئے غنیمت حظ، جسے ہم بخوف طوالت نظر انداز کرتے ہیں،

رسالہ انسکزیہ اس رسالہ کا نام رسالہ انسکزیہ فی اجوبۃ الطفقہیہ مولانا علی قوشجی علی بحث ما انا قلت فی المطول ہے، جو صرف ۱۵ اوراق کا ہے تقطیع پر ہے، معانی وبیان پر تلخیص المفتاح جلال الدین محمد بن عبد الرحمٰن قزوینی متوفی ۷۳۹ھ کی ایک مشہور کتاب ہے، مولینا علی قوشجی نے بحث ما انا قلت پر چند اعتراضات کئے تھے، رسالہ ان کے جواب میں ہے، میر ہاشم صاحب جو خود بھی بڑے عالم تھے، اونھوں نے بھی اس بحث پر ایک رسالہ لکھا، اس کتاب پر جابجا اون کے حاشیے بھی ہیں، کاتب کا نام محمد یوسف ہے، اس کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. قال صاحب لا یضلح ویقدم المسند لیعین القریبہ تخصیصہ بالخبر الفعلی، اور اختتام ان جملوں پر ہے، ھذا ما تیسر لی ھو المیسر لکل عسیر وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب،" یہ رسالہ ۹ بحث پر منقسم ہے، جن میں سے بعض بہت ہی مختصر اور بعض طویل ہیں، طرز تحریر یہ ہے کہ پہلے نفس تلخیص کے اصل مسئلہ کو لکھا ہے، پھر سید شریف جرجانی کا اعتراض نقل کر کے علامہ قوشجی کا نظریہ بیان فرمایا ہے، اور آخر میں اپنا جواب تحریر کیا ہے، جہاں علامہ قوشجی کا اعتراض شروع ہوا ہے وہاں سرخی سے "قولہ" ہے، اور جس جگہ سے جواب دیا ہے، اوسکی ابتدا "اقول" سے ہوتی ہے، اس بحث پر تین اور رسالے اسی کے ساتھ مجلد ہیں، رسالہ مولانا علی قوشجی، رسالہ ملا عبد الغفور، رسالہ میر ہاشم، افسوس ہے کہ ان میں سے کسی پر سنہ تحریر نہیں ہے، اور بد قسمتی سے یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ اس رسالہ کا نام "انسکزیہ" کیوں رکھا، اور کس مناسبت سے؟ میرا ذاتی خیال ہے، کہ جناب شاہ صاحب کا ایک دوسرا رسالہ "الحزیہ" ہے، جو غالباً "انکار" سے ہے، جس میں ایک کفر کے فتویٰ کی تردید کی ہے، کاتب نے اسی لفظ کو "انسکزیہ" سے تبدیل کر دیا، ضرورت ہے کہ یہ لآلی شاہوار جلد تر شائع ہو جائیں، تا کہ کم از کم ضایع ہونے سے محفوظ رہیں،

حاشیہ علی المختصر المعانی یہ کتاب بھی ۱۲ تقطیع پر ہے، اوسکی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. قولہ اداء الحق شیئ مما یجب علیہ، اور اختتام یوں ہے، قولہ کانہ قنا ابن الھیجا، القنا جمع قناۃ وھی الرمح. والفیلق الجیش قد وقع من تحشیۃ سلطان المحققین افضل اللہ فقین اشرف المترعین ملجا السالکین، الشیخ وجیہ الحق والدین. کاتب کا نام نہیں ہے، تاریخ بھی نہیں ہے، فقط اس قدر لکھا ہے. فی شہور رمضان سنہ من الھجرۃ النبویۃ حاشیہ پر جابجا اس کی تصحیح بھی کی گئی ہے، جہاں اصل کتاب سے نقل کیا ہے، اوسکو سرخی سے "قولہ" کے لفظ سے ممتاز کر دیا ہے، چونکہ مختصر المعانی مصنفہ سعد الدین تفتازانی مشہور کتاب ہے، جو تلخیص المفتاح کی شرح ہے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے، اور عموماً متوسط درجہ کے طلبہ اسکو پڑھتے ہیں، اس لئے اس حاشیہ میں طلبہ کے لئے سہولت بہم پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے، معانی کا بیان منطق

الفاظ کی تشریح مطالب کی توضیح کا خاص خیال رکھا ہے، اس کتاب کے مطالعہ سے یہ بات بھی صاف معلوم ہوتی ہے، کہ دسوین اور گیارہوین صدی کا طریقہ تعلیم کیا تھا، اس عہد مین نفس فن پر بہت کم لوگ توجہ کرتے تھے، متون کی شرحین، شرحون کے حواشی، اور حواشی پر حاشیہ اس عہد کا بہترین کارنامہ ہے، متن پر اعتراض، شرح پر اعتراض، اور اوس کا جواب پھر اس جواب پر اعتراض اور اس کا جواب کہین خفیہ نظرہ کسی جگہ قاصل کی تشریح کو اصل کارنامہ سمجھا جاتا تھا، زمانہ کے اثر سے جناب شاہ صاحب بھی بہت متاثر نظر آتے ہین، اور جگہ جگہ اوسکو کھول کر طلبہ کے فہم کے مطابق بیان فرماتے ہین، قطب الدین رازی، سعد الدین تفتازانی، میر سید شریف جرجانی نے جو روش اختیار کی تھی بعد کے تمام علما متاخرین قدم بہ قدم اوسکی پیروی کرتے آئے،

ارشاد و شرح الارشاد تحوین الارشاد نام ایک کتاب قاضی شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر زاولی دولت آبادی کی ۸۴۹ھ کی تصنیف ہے جناب شاہ صاحب نے اس کی شرح لکھی ہے، اور اس کا نام "رشاد" رکھا ہے، اور مشہور یہ ہے کہ جناب شاہ صاحب کی یہ پہلی تصنیف ہے، یہ کتاب میری نظر سے نہین گذری، البتہ شاہ صاحب کی شرح یعنی رشاد پر ملک محمد بن ملک پیر محمد صاحب کا حاشیہ متوسط تقطیع پر ۱۹۰ صفحہ کا ہے، اس سے مین اندازہ کرتا ہون کہ غالباً شرح اس سے زیادہ ضخیم یا کم از کم اسکے قریب ہوگی اور عام فہم ہوگی،

حاشیہ علی العضدی یہ کتاب ۸/۱ تقطیع پر خط نسخ مین ہے، صفحات ۱۲۰ ہین اسکی ابتدا "بسم اللہ الرحمن الرحیم به نستعین الحمد للہ رب العالمین والصلوٰة علی رسوله سیدنا الخلق وكل الانبياء والمرسلين قوله وبهذا الاعتبار يندرج فی الادلة السمعية" سے ہوتی ہے! اور اختتام ان فقرون پر ہے، "فيرجع الظن الى التصديق بان هذا احده لا لان نفس الحد ظني. تمت"

یہ کتاب ۱۰۱۰ھ کی لکھی ہوئی ہے، یعنی شاہ صاحب کی وفات کے ۱۲ سال بعد کی ہے، کاتب کا نام کبیر محمد بن شاہ محمد ہے، لیکن کتاب کے اندر خط دو قسم کے ہین جس سے معلوم ہوتا ہے، کہ اصل کتاب سے کچھ

ؔ مجموعہ مقالات شاہ وجیہ الدین مصنفہ عبد المنعم مطبوعہ شہابی بمبئی، ص ۳۳،

ضائع ہوجانے کے بعد دوبارہ تحریر کرایا گیا ہے، ابتدا مین اور چند دوسری جگھون مین خوشخط ہے، اور آخری صفحات مین معمولی، اور یہی معمولی کبیر محمد صاحب کا تحریر کردہ ہے، سطرین عموماً ۲۰، اور ۲۲ ہین، کاغذ باریک چکنا اغلباً احمد آبادی ہے، "عضدیہ" چند صفحے کا ایک چھوٹا رسالہ فن مناظرہ مین ہے جس کے مصنف عضد الدین احمد الایجی متوفی ۷۵۶ھ ہین، یہ کتاب اس قدر مقبول ہوئی، کہ متعدد علما نے اس کی شرحین اور پھر شرحون کی شرحین لکھین بعد کے علما نے پھر ان پر حواشی کا اضافہ کیا، متعدد شروح و حواشی اس کتب خانہ مین موجود ہین حنفیہ شرح عضدیہ شرح عضدیہ مصنفہ مولانا عصام الدین، حاشیہ علی الحنفیہ مولفہ میر ابو الفتح، ملجیہ حاشیہ علی حنفیہ مولفہ مولانا باقر لکھی فرشتہ، حاشیہ عضدیہ مصنفہ مولانا فرید الدین، حاشیہ عضدیہ مولفہ جناب شاہ وجیہ الدین صاحب وغیرہ،

حاشیہ بیضاوی یہ حاشیہ بے حد مقبول ہوا، دسوین اور گیارہوین صدی مین عرب و شام مین عام طور پر زیر درس تھا لیکن فی الحال نایاب ہے، روضۃ الاولیا کے ص ۳۲ مین درج ہے، کہ یہ کتاب مدراس مین محمد عبد اللہ بن امام الدین عبد القادر کے پاس موجود ہے، مین جب مدراس مین تھا، تو جد و جہد کے باوجود بھی یہ معلوم نہ ہو سکا کہ عبد اللہ کون ہین اور کس جگہ ان کا مقام ہے، اب خیال آتا ہے کہ شاید یہ عبد اللہ "عبید اللہ" صاحب سابق قاضی شہر مرحوم مغفور تو نہین ہین، قاضی صاحب موصوف کے صاحبزادے ہی اس عقدہ کو حل کر سکتے ہین، جو خود بھی صاحب ذوق صاحب علم و متقی بزرگ ہین، اور مدراس مین کافی اثر رکھتے ہین،

بہرحال اس وقت کتب خانہ مین بیضاوی پر جو حاشیہ ہے، وہ مظہر الدین محمد گاذرونی کا ہے، اور درشاہ صاحب نے بدست خود اوسکو نقل فرمایا ہے، آخری عبارت یہ ہے، "کتب الحواشی التی علی تفسیر البیضاوی المولی المحقق مظہر الدین محمد گاذرونی، اضعف عباد اللہ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین العلوی و کان الاتمام بدار السلطنة احمد آباد وقت الاشراق" اس طرح سے جناب شاہ صاحب کی تحریر کا اصلی نمونہ بھی موجود ہے، ایک اور چھوٹا سا رسالہ ۸/۱ تقطیع کا میری نظر سے گذرا، اس مین کل ۲۰ صفحے ہین، جناب سید محمد غوث گوالیاری پر جو اعتراضات کئے گئے تھے، اوسکے جواب مین ہے، اسکے

علاوہ اور چند منتشر اوراق بھی ملے ہیں، جنمیں سے بعض شرح ملا کا حاشیہ ہے، کچھ اوراق پر شرح وقایہ کا حاشیہ ہے، شرح ہدایۃ الحکمۃ پر جو حاشیہ تھا، کچھ حصہ اوسکا بھی موجود ہے، فن عروض پر کوئی کتاب تھی، چند اوراق اوس کے بھی محفوظ رہ گئے ہیں، ایک مجموعہ اوراق فن منطق میں ہے، اور دوسرا نحو میں بعض خطوط بھی ہیں، لیکن سب اگر چند دیگر رسائل بھی قابل ذکر ہیں،

(۱) شرح البسیط للعلوی۔ فرائض میں ہے، اس کی ابتدا یون ہوتی ہے، بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی الافضل من بعث محمد والہ وصحبہ اجمعین، الحمد للہ افتتح الکتاب، چوب قلم در خط نستعلیق ہے، خوش قسمتی سے یہ نسخہ مکمل ہے، آخر کے الفاظ یہ ہیں، وقد وقع الفراغ من تحریر شرح البسیط لمولانا السلطان العارفین برہان الموحدین حجۃ العاشقین شاہ وجیہ الحق والملۃ والدین قدس سرہ العزیز، کہیں کہیں حاشیہ عبدالرحیم صاحب کا بھی ہے، تقطیع ۸/۱۲،

(۲) حاشیۃ العلوی علی شرح النخبہ اصول حدیث میں ہے نسخہ کامل ہے، خط اوس کا نستعلیق ہے، ابتدا میں ہے، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ حمدا یوافی نعمہ ویکافی مزیدہ۔ اللھم صل علی محمد کلما ذکرہ الذاکرون۔ وغفل عن ذکرہ الغافلون قال الشیخ الامام والحمد للہ الذی وفقنا وھدانا لھذا وما کنا لنوفق۔ ولنھتدی لولا ان وفقنا"

اس کا ایک نسخہ ناقص الآخر کتب خانہ درگاہ حضرت پیر محمد شاہ احمد آباد میں بھی موجود ہے،

(۳) حاشیۃ التلویح للعلوی، یہ ضخیم کتاب ہے، گو کامل ہے مگر بوسیدہ بخط نسخ، اسکی ابتدا اسطرح کی گئی ہے، رب یسر وتمم بالخیر وبہ نستعین کل سقیم، الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ علی خیر خلقہ محمد والہ وصحبہ اجمعین قولہ احکم بکتابہ اصولہ الشرع اور آخر میں ہے، ھذا آخر الکتاب بعون اللہ الملک الوھاب والحمد للہ علی انعامہ انہ ولی التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق، مندرجہ بالا کتب جامع مسجد بمبئی کے کتبخانہ میں ہیں،

(۴) حاشیہ علی شرح جامی للعلوی۔ ابتدا میں ایک صفحہ کا مقدمہ ہے، اور پھر اصل کتاب اس طرح شروع ہوتی ہے، قولہ الحمد لولیہ والصلوٰۃ علی نبیہ، اختلف عباراتہم فی تعریف الحمد .... کل ۴۴ صفحے ہیں متوسط تقطیع، اور آخر میں ہے، "قد تم ھذہ الحاشیۃ الشریفۃ لمولانا وجیہ الدین علی شرح مولانا عبدالرحمن جامی للکافیہ فی التاریخ السابع والعشرین من شعبان المعظم فی سنۃ الواحد والثمانین والف علی ید احقر عباد اللہ محمد عنایت اللہ بن عبدالعزیز بن عبداللطیف"

(۵) رسالۃ ترتیب ارکان الصلوٰۃ للعلوی، چند اوراق عربی زبان میں ہیں، کتاب کا منشا نام سے ظاہر ہے، یہ دونون کتابیں بمبئی کے مشہور کوکنی فاضل جناب یوسف کھٹکھٹے صاحب بی اے کے ذاتی کتبخانہ میں ہیں، اور آخر الذکر کا دوسرا نسخہ بھروچ میں جناب قاضی نور الدین صاحب کے کتبخانہ میں بھی ہے، مگر آخر سے ناقص ہے،

(۶) وافیہ شرح کافیہ، ناقص از ابتدا و وسط، قاضی صاحب مذکور کے کتب خانہ میں ہے، تقطیع متوسط اور کرم خوردہ ہے، اس کے آخر میں لکھا ہے، کاتبہ ولد حامد بن شاہ وجیہ الدین علوی

(۷) رسالۃ توضیح فی الہیئۃ فارسی اس کتاب پر حضرت شاہ علوی کا حاشیہ ہے، مختلف نقشے بھی بنے ہوئے ہیں، بالکل بوسیدہ اور کرم خوردہ ہے، بس تبرک ہی تبرک ہے، یہ بھی قاضی صاحب موصوف کے حصہ میں آیا ہے،

(۸) حواشی علی المنہل للعلوی، اسکے ابتدا میں ہے، بسم اللہ الرحمن الرحیم قولہ موردھا ومصدرھا، اور اوسکے آخر میں ہے، ولیس ھذا یفید الجمع وانما ھو بیان لا اطلاق ای اطلاق الجمع، کل صفحے ۹ ہیں خط نسخ ہے، تقطیع ۱۲/۲۲ فی صفحہ ۱۴ سطرین ہیں، گجرات کے مشہور خاندان جمال الدین قطب و محمد سعید قطب کے ذاتی کتبخانہ میں یہ موجود ہے،

(۹) حاشیہ علی شرح وقایہ للعلوی :۔ ضخیم کتاب ہے، متوسط تقطیع خط نستعلیق خوشخط ہے، تقریباً چھ سو صفحات ہونگے، درگاہ حضرت پیر محمد شاہ کے کتب خانہ میں یہ کتاب اول آخر سے ناقص ہے،

(۱۰) شرح شواھد المنہل ناقص از اول،